R. No. 2186/57 — Regd. No. L. 9662

انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت ۲۲-۱۵-۰۰۱

ٹیلی فون - ۹۰
قیمت فی پرچہ ...
... پیسے

جلد ۲۴۔ شمارہ ۲۵ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

آل احمد سرور

اُردو کے ادیبوں سے اپیل

پاکستان نے کشمیر میں مداخلت کا جو کھیل کر ہندوستان کی سالمیت پر حملہ کیا، اس کے نتیجے میں ہمیں جوابی کارروائی کرنی پڑی۔ پھر اس نے بین الاقوامی سرحد کو پار کرکے جموں، پنجاب علاقے میں دخل اندازی کی اور مجبوراً ہمیں پاکستان کی سرحد میں داخل ہو کر اس کی جنگی تیاریوں کے خلاف فوجی کارروائی شروع کرنی پڑی۔ ہندوستان سب ملکوں سے دوستی چاہتا ہے، خصوصاً ہمسایہ ملکوں سے تو وہ اور بھی اچھے تعلقات رکھنا چاہتا ہے۔ مگر پاکستان نے ہندوستان سے نفرت کو اپنا شعار بنایا ہے اور وہ ہندوستان کی امن پسندی کے بالکل غلط معنی سمجھتا ہے۔ اس صورت میں ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ہم پاکستان کے خلاف مناسب فوجی کارروائی کریں تاکہ وہ ہمارے وطن کے کسی حصے میں قدم نہ رکھ سکے۔

ہندوستان جمہوری نظام کو کامیابی سے چلا رہا ہے۔ وہ ایک سیکولر ریاست ہے۔ اس میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ اس میں چودہ بڑی زبانیں اور سیکڑوں بولیوں کے بولنے والے آباد ہیں۔ ہمارے دستور نے سب کو یکساں حقوق دیے ہیں۔ ہمارے یہاں کوئی دوسرے درجے کا شہری نہیں ہے۔ ہمارے جمہوری اور سیکولر نظام کا مقصد ایک سوشلسٹ سماج کا قیام ہے۔ گھریلو مسائل میں ہمارے یہاں اختلافات ہو سکتے ہیں اور ہیں لیکن جب ملک و قوم کی عزت اور سالمیت کو خطرہ ہو تو ہم سب ایک ہیں۔ ہمارے یہاں مختلف سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ان کے الگ الگ پروگرام ہیں۔ ان پروگراموں پر عمل کرنے کے لیے الگ الگ پالیسیاں ہیں۔ مگر ان سب کے باوجود ملک کے بچاؤ اور اس کی حفاظت کے معاملے میں ہم میں کوئی فرق نہیں، ہم ایک ہیں۔ ہماری بہت بڑی تعداد ہے، ہم بڑی شاندار تاریخ رکھتے ہیں، یہ تاریخ مختلف عناصر کو ملا کر ان کو ایک کرنے کی ہے، علیحدگی کی نہیں۔ پاکستان نے ہم پر حملہ کرکے بڑی سخت غلطی کی ہے۔ گاندھی اور نہرو کا دیس امن اور شانتی ضرور چاہتا ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ اپنی عزت اور سالمیت پر کسی قسم کی کوئی آنچ گوارا کر سکتا ہے۔ اس وقت ہمیں مجبوراً پاکستان کے خلاف کارروائی کرنی پڑی اور اس کارروائی میں سارا ہندوستان شریک ہے۔ فوج کو تو میدانِ جنگ میں لڑنا ہے۔ باقی تمام لوگوں کو ہر طرح حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنے ہیں، دفاع کے کاموں میں مدد دینا ہے، دفاع کے لیے چندہ دینا ہے، جوانوں کے لیے خون دینا ہے، ملک میں سب کاموں کو اس طرح چلانا ہے کہ ہماری پیداوار زیادہ ہو، ہمارے کارخانے اچھی طرح چلیں، ضروری چیزوں کی قیمتیں نہ بڑھنے پائیں، ملک کے اندر ہر قسم کا امن و امان رہے، کسی فرقے یا اقلیت کے خلاف کوئی بات نہ ہونے پائے اور سب مل کر دفاع کے کام کو مضبوط بنائیں اور ملک کی طاقت کو قائم رکھیں۔ اس وقت ملک میں کسی طبقے کے حقوق کے لیے کوئی تحریک نہیں چلانی چاہیے۔ اس وقت ملک کو متحد اور مضبوط رکھنا ہے۔ یوں تو اس کام میں ہر شخص مدد کر سکتا ہے لیکن

اس شمارے میں

خاص طور سے ادیب اور مصنف شدید ہو گئے ہیں۔ وہ ایک طرف تو لوگوں کو ملک کا مسلک یاد دلا سکتے ہیں، دوسری طرف ملک کے دفاع کے لیے حوصلہ بڑھا سکتے ہیں۔ دوسرے شہریوں کی طرح ادیبوں کو بھی اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی ملک پر کوئی نازک وقت آیا ہے اردو کے مصنف اور ادیب ہمیشہ پیش پیش سامنے آئے ہیں۔ چینی جارحیت کے موقع پر اردو کے ادیبوں اور مصنفوں کی خدمات سب پر روشن ہیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ اس موقع پر بھی اردو کے مصنف اور ادیب، اردو دوست اور انجمن ترقی اردو ہند کی شاخوں کے ممبر ملک کی عزت و سالمیت کی بقا کے لیے دامے، درمے، سخنے، قدمے ہر طرح کی مدد کریں گے، حکومت کے ہاتھوں کو مضبوط کریں گے اور ملک کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار رہیں گے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نئے پرو وائس چانسلر

خوشی کی بات ہے کہ اردو کے ممتاز ادیب اور مصنف جناب فضل الرحمٰن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نئے پرو وائس چانسلر مقرر ہوئے ہیں۔ موصوف نے ۶ ستمبر کو اپنے نئے عہدے کا چارج لے لیا۔ جناب فضل الرحمٰن حیدرآباد میں ڈائریکٹر تعلیمات اور کنٹرولر براڈ کاسٹنگ رہ چکے ہیں۔ وہ کئی اردو کتابوں کے مصنف ہیں۔ انہوں نے خصوصاً کئی انگریزی ڈراموں کا بڑی خوبی کے ساتھ اردو میں ترجمہ کیا ہے اور اردو شاعروں کے چند اچھے نمونوں کو انگریزی میں منتقل کیا ہے۔ فضل الرحمٰن صاحب انجمن ترقی اردو ہند کی مجلس عام کے ممبر ہیں اور انجمن کی ادبی سرگرمیوں میں برابر حصہ لیتے رہتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کے تقرر سے یونیورسٹی کی علمی و ادبی کاوشیں اور بہتر ہوں گی اور یونیورسٹی اردو کے علمی سرمایے کو بڑھانے کے لیے اور کوشش کر سکے گی۔ ہم یونیورسٹی کو اس تقرر پر مبارکباد دیتے ہیں۔

"قائم چاندپوری — حیات اور فن" پر ڈاکٹریٹ

سینٹ زیویرس کالج بمبئی کے اردو فارسی کے لکچرر جناب سید عبدالمجی صاحب نے "قائم چاندپوری — حیات اور فن" پر اپنا مقالہ بمبئی یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے لیے داخل کیا اور بمبئی یونیورسٹی نے امسال ان کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عنایت کی۔ سید عبدالمجی صاحب نے مقالہ پروفیسر امین دیس گوبیکر صدر شعبۂ اردو سینٹ زیویرس کالج بمبئی کی رہنمائی میں مرتب کیا ہے۔

(نامہ نگار)

یوم زور کی سہ روزہ تقاریب

حیدرآباد - ۱۳ اگست۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور مرحوم کی تیسری برسی کے موقع پر ۲۳ تا ۲۵ ستمبر "یوم زور" کی سہ روزہ تقاریب منائی جائیں گی۔ کل شام ایوان اردو میں پروفیسر سید اکبر علی کی صدارت میں منعقدہ مجلس مشاورت میں طے کیا گیا کہ ادارہ ادبیات اردو اور ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام منائی جانے والی ان تقاریب میں ایک علمی اجلاس، نمائش، طرحی مشاعرہ اور بین کلیاتی تحریری مقابلہ شامل ہو۔ مشاورتی مجلس میں ڈاکٹر راجہ مندر راج سکسینہ، رائے جانکی پرشاد، پروفیسر سید محمد، نواب امیر حسن، مولوی خواجہ محمد احمد، علامہ حیرت بدایونی، خضری سید رحمت علی، ڈپٹی میئر، ڈاکٹر غلام عمر خاں، فیض النسا ایم۔ ایل۔ سی، جناب اکبر الدین صدیقی، میر سراج الدین علی خاں، میر یسین علی خاں، وقار خلیل، سید تقی الدین قادری، منظور احمد، سوہن شاہ اثر اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔ تحریری مقابلہ، مشاعرہ اور نمائش کے لیے علی الترتیب ڈاکٹر غلام عمر خاں، محمد منظور احمد اور سید تقی الدین کو معتمد منتخب کیا گیا۔

(اناپ، حیدرآباد)

تصحیح الاغلاط کی اشاعت

حیدرآباد کے حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ "تصحیح الاغلاط" نامی ڈکشنری مرتبہ احمد علی خاں شائع ہو گئی ہے۔ (نامہ نگار)

علی گڑھ کے اردو ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں کی طرف سے پاکستانی جارحیت کی مذمت

علی گڑھ ۱۳ ستمبر۔ علی گڑھ کے اردو ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں نے ایک دستخطی بیان میں پاکستانی جارحیت کی سخت مذمت کی ہے اور اردو دوستوں سے اپیل کی کہ اس نازک موقع پر وطن کی عزت اور سالمیت کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہیں۔ دستخط کرنے والوں کے نام یہ ہیں:

فضل الرحمٰن صاحب (پرو وائس چانسلر)، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، پروفیسر عبدالعلیم، مجنوں گورکھپوری، خورشید الاسلام، معین احسن جذبی، خلیل الرحمٰن اعظمی، مسعود علی ذوقی، نسیم قریشی، قاضی عبدالستار، غفار شکیل، نادر علی خاں، معصوم رضا راہی، اطہر پرویز، اسلوب احمد انصاری، سلامت اللہ خاں، زاہدہ زیدی، محمد یٰسین، ظفر احمد صدیقی، عشرت حسین انور، حمیدہ اختر، پروفیسر خلیق احمد نظامی، منیب الرحمٰن، مختار الدین احمد، ریاض الرحمٰن شروانی، نذیر احمد، قیصر حسین زیدی، اختر انصاری دہلوی، عابدہ زیدی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مولانا سید علی نقی، اور اد احمد صدیقی، طہ زبیر، حفیظ الدین، شہریار، پروفیسر آل احمد سرور۔

(پروفیسر آل احمد سرور)

سید فضل المتین

معینی کتب خانہ کی قلمی کتابیں

میرے یہاں معینی کتب خانہ (اجمیر) میں مطبوعہ اور قلمی کتابوں کا غیر معمولی ذخیرہ ہے، جن کتابوں کی فن وار فہرست ترتیب دی ہے، ان کی تعداد ۵۰۰۰ ہزار سے اوپر پہنچی ہے۔ اب میں ایک تفصیلی فہرست کی ترتیب میں مصروف ہوں۔

ہماری زبان کے صفحات پر بعض اہم قلمی کتابوں سے تعارف سے مدعا یہ ہے کہ شاید مجھے ناظرین، ہماری زبان کے ذریعہ کسی قسم کی تصحیح و ترمیم کا موقعہ مل سکے۔

۱۔ دیوان کلیمؔ ہمدانی

کلیم ہمدانی کلیم ہمدانی کے لیے، ڈاکٹر اکبر حسین صاحب قریشی اپنے ایک مضمون "اقبال اور فارسی شعراء" میں رقمطراز ہیں:

"ابو طالب، کلیم، ہمدان میں پیدا ہوا اور ۱۰۶۱ھ میں وفات پائی۔ قدسی کے بعد شاہجہاں نے اس کو ملک الشعرا کے عہدے پر فائز کیا۔ کلیم نے بادشاہ کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے۔ اس نے اپنے عہد کے دوسرے شعراء کی طرح مضمون آفرینی اور خیال بندی پر بڑا زور صرف کیا لیکن اس کے باوجود اس کے اشعار میں ایک خاص شخصی رنگ جھلکتا ہے اور یہی اس کا رنگ طبیعت معلوم ہوتا ہے۔ اس کی یادگار ایک کلیات ہے جو غزلیات، قصائد اور دیگر اصناف شعر پر مشتمل ہے۔"[1]

کلیم ہمدانی کے کسی قدر تفصیلی حالات کے لیے شبلی نعمانی کی شعر العجم حصہ سوم، مطبوعہ معارف، اعظم گڑھ ۱۹۲۰ء کے صفحات ۲۰۵ تا ۲۳۰ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

دیوان کلیم پیش نظر دیوان کلیم کا طول ۱۸½ انچ اور عرض ۵ انچ ہے۔ مسطر ۱۴ سطری ہے اور صفحات کی کل تعداد ۲۲ ہے۔ دیوان ہذا میں ۳۲۹ غزلیات، ایک قصیدہ (مشتمل بر اشعار ۱۴) اور ۸ رباعیات ملتی ہیں۔ رباعیات کی تعداد میں صحیح طور پر متعین نہیں کر سکا ہوں، چونکہ صفحات ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲ اور ۲۲۳ پر خط شکست میں جو رباعیات درج ہیں وہ اس قدر گڈمڈ ہیں کہ وہ ٹھیک طور پر پڑھنے میں نہیں آتی ہیں۔

دیوان مجلد ہے اور اصل دیوان کے اوّل و آخر دبیز اسفیکا غذ کے ۲۲ اوراق صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اصل دیوان کا کاغذ دبیز بادامی ہے۔

اضافہ شدہ سفید کاغذ کے شروع صفحہ پر یہ عبارت تحریر ہے۔

از آں بندہ معینی اس کے نیچے دستخط ہیں۔

عبدالباری معینی (کذا)

پھر خوشخط عبارت میں لکھا ہے۔

دیوان ملک الشعرائے عہد شاہجہانی

کلیم ہمدانی

المتوفی ۱۰۶۱ھ

یہ نسخہ کلیم ہمدانی کی وفات کے اٹھارہ سال بعد

۱۰۷۹ھ

میں

لکھا گیا

مندرجہ بالا تمام عبارت عم محترم، مولانا خواجہ معینی اجمیری[2] کی تحریر کردہ ہے۔ اصل دیوان کے صفحہ اوّل پر (جو سر ورق ہے) کاتب دیوان کے قلم سے مختلف اشعار اور عبارت تحریر ہے۔ اصل دیوان سے اس کا کوئی تعلق نہیں البتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بطور مشق لکھا گیا ہے۔

صفحہ ۲ سے دیوان کا آغاز ہوتا ہے۔ پیشانی پر "ہو الوفیق" کے بعد "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تحریر ہے اور حاشیہ پر یہ عبارت درج ہے "قصیدہ .... حضرت سید المرسلین صلعم"

کاتب بدخط معلوم ہوتا ہے اور دیوان ہذا کی کتابت روشن و صاف نہیں کہی جا سکتی ہے۔ کہیں کہیں الفاظ پڑھنے میں بھی نہیں آتے۔ شروع صفحہ پر جو قصیدہ درج ہے، اس کا پہلا اور آخری شعر حسب ذیل ہے

شوق ہر کس را کہ در راہ طلب سر میدہد
ہر دو آرد اوّل از پا آخرش پر میدہد
زآتش ایں وادی اگر غم لیکن است
بیخود مرکبے کہ سکین سمندر میدہد

مندرج اشعار کی کل تعداد ۱۲ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صفحہ ایک کے بعد کچھ صفحات غائب ہیں، چونکہ موجودہ دیوان کے تیسرے صفحہ پر جو غزل درج ہے۔ اس کا مطلع نہیں ہے۔ پہلا اور آخری شعر حسب ذیل ہے:

دل از جفائے کہ او شکایت از کند
بہ شہر ظلماں قادہ است مرغ بے پر
.... درد سر ...... از کجا است نسیم
گر تو رنگ ما ہسایہ گند بر سر ما

---

[1] ماسٹر مسعود رضا بہاری مرحوم سے فرماتے تھے کہ دیوان کلیم انھوں نے عم محترم کو نذر کیا تھا۔

[2] ماہنامہ "برہان" دہلی، بابت جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲۰۔

دیوان کے آخر میں یہ عبارت تحریر ہے۔

این نسخہ در بلدہ دولت آباد مبارک بلدہ دکن مالکے یوم للہ لعابشتم (کذا) شہر ذی قعدہ مرزم (کذا) ۱۰۸۵ھ عالہ یوم الثلثاء پنشنم (کذا) لا مذکور ماشام رسید، کتبہ العبد الضعیف المحتاج الی العبد نصر (کذا) محمد علی ارجو پاری ۵۵۵۰ (کذا)

اس عبارت کے نیچے دو چھوٹی مہریں ہیں۔ جن میں صرف "محمد شفیع" پڑھا جا سکتا ہے۔ بقیہ عبارت دھندلی ہے۔ ان دو چھوٹی مہروں کے علاوہ ایک بڑی مہر بھی ثبت ہے مگر اس پر سیاہی پھیر دی گئی ہے۔

اصل دیوان کے آخر صفحہ پر یہ عبارت درج ہے۔

دیوان ملک الشعرا

ابو طالب کلیم ہمدانی (شاہجہانی)

المتوفی ۱۰۶۱ھ (شعر العجم صفحہ ۱۸۰ حصہ سوم)

یہ نسخہ کلیم کی وفات کے اٹھارہ سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۰۷۹ھ

عبد الباری معنی

اصل دیوان کے آخر میں جو صفحات بڑھائے گئے ہیں۔ اس کے پہلے صفحہ سے "قصیدہ در تعریف مسجد اجمیر و تاریخ آں" کے ذیل میں ۵۰ اشعار پر مشتمل جو قصیدہ تحریر ہے وہ ۴ صفحات پر درج ہے۔ اس قصیدہ کا پہلا اور آخری شعر حسب ذیل ہے۔

اے سوادت در دل عالم سویدا افشاں
چوں دل ارباب عرفاں نور بر عالم فشاں

مسجدش چوں کعبۂ تاریخ .. بخش بود
کعبۂ حاجات دنیا مسجد شاہجہاں

۱۰۴۷ ہجری

یہ قصیدہ نہایت خوشخط لکھا گیا ہے۔ اختتام قصیدہ پر یہ عبارت درج ہے۔

ملک الشعرائے عہد شاہجہانی ابو طالب کلیم ہمدانی این قصیدہ در مدح جامع مسجد شاہجہانی گفتہ است۔ بسیار تلاش کردم اما نیا فتم، آخر روزے بخدمت حضرت مولنا محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ بہادر نامہ نوشتم و موصوف از مجموعۂ قصائد کلیم کہ قلمی نسخہ اش الآن در کتاب خانۂ حبیب گنج موجود است نقل کنانیدہ ارسال فرمودند بتاریخ ۱۴ رمضان مبارک ۱۳۶۶ھ مطابق

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء روز شنبہ موصول شد، و امروز اینجا نقلش کردم۔ فقط

عبد الباری معنی

بیت المعنی - درگاہ معلی　　　بتاریخ ۲ شوال ۱۳۶۶ھ

اجمیر شریف　　　۲۰ اگست ۱۹۴۷ء

روز چہار شنبہ

---

۲ — تاریخ داؤدی

پیش نظر تاریخ داؤدی کا طول سوا سات انچ اور عرض چار انچ ہے۔ مسطر پندرہ سطری ہے اور صفحات کی کل تعداد ۳۸۶ ہے تاریخ مجلد ہے اور اصل کتاب کے اول و آخر دبیز سفید کاغذ کے سولہ سولہ صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اصل کتاب کا کاغذ دبیز بادامی ہے۔

اضافہ شدہ کاغذ کے شروع صفحہ پر عبارت تحریر ہے۔

پیشانی پر　　　تاریخ داؤدی

حاشیہ پر　　　صفحہ ۵۵ غائب ہے اور صفحہ ۱۳۰ نیز کچھ اور صفحات غائب ہیں

فقط معنی

۱۰ مارچ ۱۹۴۷ء

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ سہ شنبہ

[illegible]

درمیان میں　　　تاریخ داؤدی

(دستخط) عبد الباری حسنی (کذا) ۱۹۴۶ء

آخر میں بعنوان "یادداشت" مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے۔

(۱) اس کتاب کا نام تاریخ داؤدی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۴ سطر نمبر ۹

(۲) اس کتاب کے مصنف کا نام عبد اللہ ہے ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۳۹ سطر نمبر ۱۴

(۳) یہ کتاب جہانگیر بادشاہ کے عہد میں یا شاہجہان کے عہد میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ صفحہ ۳۹ کتاب ہذا کی سطر نمبر ۱۴ و سطر نمبر ۱۵ و صفحہ ۴۰ کتاب ہذا کی سطر نمبر ۱ میں عہد سلطان بہلول لودھی کا ایک واقعہ مصنف کتاب ہذا عبد اللہ نے خود جہانگیر بادشاہ کی زبان سے سن کر کتاب ہذا میں نقل کیا ہے۔

(۴) کتاب ہذا نایاب ہے۔ پچاس ساٹھ صفحے، خدا بخش خاں کے کتاب خانہ واقع پٹنہ میں ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں کوئی نسخہ نہیں ہے۔ لندن کے کتاب خانہ میں ایک نسخہ موجود

غزلیں

ذکاء الدین شایاں

زلف و رسن کا اب بھی ہے الجھاؤ دور تک
سر کو ہتھیلیوں پہ لیے آؤ دور تک
دشتِ وفا میں گو کبھی بھرتی ہے اک صدا
خوں میں نہاؤ اور چلے جاؤ دور تک
ہم بھی بڑھا رہے ہیں شبِ غم کی عمر کو
تم بھی سیاہ زلفوں کو سلجھاؤ دور تک
اک لمحہ کو بھی اٹھی جو وہ چشمِ جاں نواز
دل میں اتر گیا ہے کوئی گھاؤ دور تک
اس زندگی کا راز بھی مل جائے گا کبھی
ہمراہ اہلِ غم کے چلے آؤ دور تک

واحد پریمی

کس شان، کس وقار سے کس بانکپن سے ہم
گزرے ہیں آزمائشِ دار و رسن سے ہم
جس سے نہ مل سکے نگہِ دوست کو تازگی
بیدل نہ کیوں ہوں ایسی بہارِ چمن سے ہم
خاروں کے بانکپن سے بھی اتنا ہی پیار ہے
مانوس جس قدر ہیں گلوں کی پھبن سے ہم
اے گردشِ حیات تری فتنہ سازیاں
اپنے وطن میں دور ہیں اہلِ وطن سے ہم
دیوار و در بھی تکنے لگے ہم کو یاس سے
ہو کر اداس اٹھے جب اس انجمن سے ہم
پیچ و خمِ حیات سے گزرے ہیں اس طرح
کھیلے ہیں جیسے زلفِ شکن در شکن سے ہم
جو کام عقل و ہوش سے واحد نہ کر سکے
وہ کام آج کر گئے دیوانہ پن سے ہم

صلاح الدین نیر

تم ہی کہو کہ یہ کوئی اچھا شگون ہے
ہنستی ہوئی حیات کی آنکھوں میں خون ہے
دکھتی ہیں اب بھی زخمِ تمنا پہ انگلیاں
کیوں اس قدر نگاہِ ہوس بد شگون ہے
زلفوں کی چھاؤں، سایۂ دیوار تو نہیں
ہاں پھر بھی نسبتاً یہ فضا پرسکون ہے
کیا جانے رنگ لائے گا اب اضطرابِ دل
مجھ کو دل سے مجھ کو اور بھی ذہنی سکون ہے
پھولوں کے پیرہن میں بھی کانٹوں کی ہے چبھن
یہ وقت نارسائی کا عجب بد شگون ہے
نیر ہے اب بھی اس گلِ تازہ کی آرزو
جس کے ورق ورق پہ مرے دل کا خون ہے

اتر پردیش میں اردو

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی

انجمن ترقی اردو ہند کا ایک وفد ۶ر اگست ۱۹۹۵ کو وزیر اعظم ہند سے ملا، اور اس نے اپنے ہاں کے مطالبات پیش کرکے اردو کے سلسلہ میں صوبائی حکومتوں خصوصاً اترپردیش کی حکومت کے رویہ کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا، وزیر اعظم نے وعدہ فرمایا کہ وہ اترپردیش کی حکومت سے کیفیت طلب کرکے مناسب کارروائی کریں گے۔ اس سے قبل گزشتہ سال ریاستی انجمن ترقی اردو کا وفد پنڈت آنند نرائن ملا صاحب کی قیادت میں سابق گورنر اور وزیر تعلیم ہند سے مل چکا تھا اور ان کے سامنے خاص طور پر اردو تعلیم کا مسئلہ رکھا تھا کہ باوجود اعلانات کے اردو تعلیم کو ریاست کے اسکولوں میں ختم کیا جا رہا ہے سہ لسانی فارمولے کے تحت جبری طور پر اردو کے لڑکوں کو سنسکرت پڑھائی جا رہی ہے۔ اس کے بعد انجمن ترقی اردو کا ایک وفد ریاست کی وزیر اعلیٰ مسز سوچیتا کرپلانی سے ملا، ان سب حضرات نے وعدہ فرمایا کہ اس کا تدارک کیا جائے گا اور اردو کی تعلیم رائج ہو جائے گی وزیر اعلیٰ نے تو یہاں تک فرمایا کہ پانچ سو اردو ٹیچروں کا تقرر کیا جا چکا ہے۔ مگر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سال ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا نہ ان تعلیمی اداروں سے کسی قسم کی باز پرس کی گئی نہ وہاں اردو کی تعلیم رائج کرنے کے لیے احکامات صادر کیے گئے، بلکہ اسی سال جولائی میں بعض ان تعلیمی اداروں میں بھی اردو ختم کر دی گئی جہاں پہلے رائج تھی مثلاً [illegible] میں [illegible] دیانت کالج میں لسانی فارمولے کے تحت اردو پڑھائی جاتی تھی لیکن اس سال اس کو ختم کر دیا گیا حالانکہ داخلہ فارم میں اردو درج ہے اور [illegible] طلبہ نے اردو لی ہے لیکن ان کو سنسکرت یا بنگالی پڑھنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقامات کا حال ہے اردو والوں کو اس سے بحث نہیں ہے کہ کون زبان رکھی جائے کون نہیں وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ سہ لسانی فارمولے کے تحت ان کو اپنی مادری زبان لازمی طور پر پڑھائی جائے۔ ہمیں حیرت ہے کہ اردو کے سلسلہ میں ذمہ داران اتنے زیادہ بے اثر کیوں ثابت ہوتے ہیں اور وہ کیوں اس کا انتظام نہیں کرپاتے ہیں، نہ تو اردو ٹیچروں کی کمی ہے اور نہ اردو کے طلبہ کی، پھر یہ کیوں ہے کہ اکثر تعلیمی اداروں میں اردو ٹیچر نہ ہونے کی وجہ سے اردو نہیں پڑھائی جاتی؟ رحیم آباد ضلع لکھنؤ میں گزشتہ سال سے تقریباً ۸۰ سرپرست جونیر ہائی اسکول میں اپنے بچوں کو اردو پڑھانا چاہتے ہیں وہ کوششیں کر رہے ہیں ڈپٹی انسپکٹر کی خدمت میں التماس کر رہے ہیں ان سے وعدہ بھی کیا گیا کہ جولائی ۱۹۹۵ سے اردو ٹیچر کا ضرور انتظام کر دیا جائے گا لیکن ہنوز روز اول ہے؟ اسی قسم کے سینکڑوں اسکول ہیں جہاں اردو ٹیچر نہ ہونے کا عذر کرکے طلبہ کو اردو نہیں پڑھائی جاتی؟ ذمہ داروں کو جمہوری تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر خود سوچنا چاہیے کہ یہ طریق کس حد تک جائز ہے؟

(فروغ اردو، لکھنؤ)

ہے۔ جس کی عبارت مستعد اجمیری کی نقل ہر بلاس ساردا نے حاصل کر کے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔[۲۰]

(۵) تاریخ داؤدی میں عہد اکبری ایک کتاب "اکبر شاہی" کا حوالہ صفحہ ۱۱۵ اور صفحہ ۱۹۳ میں دو جگہ آیا ہے اور کتاب "اکبر شاہی" مرزا نظام الدین احمد مستوفی ۲۲ صفر ۱۰۰۳ھ کی تصنیف ہے اور "طبقات اکبری" کے نام سے بھی موسوم ہے ملا عبدالقادر بدایونی نے اس کتاب کا تاریخی نام "نظامی" رکھا تھا جس کے یہ معنی ہیں کہ اعداد نظامی یعنی سنہ ۱۰۰۱ھ میں کتاب "اکبر شاہی" تصنیف ہوئی (ملاحظہ ہو "منتخب التواریخ" حالات سنہ ۳۸ جلوس مطابق سنہ ۱۰۰۱ھ کی آخری سطریں) مگر کتاب "اکبر شاہی" کے علاوہ "اکبر نامہ" "تاریخ فرشتہ" "تزک جہانگیری" "منتخب التواریخ" وغیرہ کسی کتاب کا ذکر نہیں ہے۔

عبدالباری معنی (کڈپا)

بیت المعنی، اجمیر شریف — ۲۷-۴-۷۶ء، ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

روز سہ شنبہ

اضافہ شدہ صفحات کے صفحہ نمبر ۲ سے بعنوان "فہرست مضامین صفحہ وغیرہ" تاریخ داؤدی" کے ذیل میں "شمارہ"، "مضمون" اور "صفحہ" کی سرخیوں کے تحت ایک فہرست ترتیب دی گئی ہے یہ فہرست صفحہ نمبر ۵ تک تحریر کی گئی ہے اور محترم مولانا خواجہ معنی اجمیری کی تحریر کردہ ہے۔

اصل کتاب کے صفحہ ۱ کی پہلی سطر یہ ہے

"مضمون اول بیعت کی [illegible] بیسر [illegible] تاج دولت۔"

اصل کتاب کے صفحہ آخر ۲۸۶ کی آخری سطر یہ ہے۔

"......... مراقوت تمام [illegible] و شمشیر شکست لشکر۔"

کتاب بڑی نہایت اچھی حالت میں ہے اور اس کی کتابت بھی صاف اور روشن ہے۔ کتاب کے حاشیوں پر جا بجا محترم مولانا خواجہ معنی اجمیری نے بعض سرخیاں قائم کی ہیں اور بحث طلب امور کی نشاندہی کرتے ہوئے بعض اہم اشارے کیے ہیں۔

تاریخ داؤدی سے متعلق سید مبارز الدین رفعت ایم۔ اے اپنی ایک کتاب "ایک مشرقی کتب خانہ" مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند کے صفحات ۹۳ اور ۹۴ پر رقمطراز ہیں:۔

"۱۵۔ تاریخ داؤدی۔ بہلول لودھی سے لے کر داؤد شاہ کی وفات (۹۸۴ھ) تک لودھی اور سور خاندانوں کی تاریخ۔ اسے شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں عبداللہ نامی کسی مصنف نے تصنیف کیا ہے یہ ایک نایاب کتاب ہے۔"

(ص ۴۸)

مولانا خواجہ معنی اجمیری کی "یادداشت" اور سید مبارز الدین رفعت کی عبارت سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب عہد جہانگیری میں تصنیف ہوئی اور اس کے مصنف کوئی عبداللہ نامی تھے۔ مگر اس کا علم نہیں ہوتا کہ مصنف کی اپنی حیثیت اور شخصیت کیا تھی؟ اگر کوئی صاحب اس بابت میں روشنی ڈالیں تو کرم فرمائی ہوگی۔

۱۔ یہ عبارت اضافہ شدہ صفحات کے صفحہ نمبر ۳ سے شروع ہوتی ہے۔

مراسلات

جامعہ اردو کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت

جامعہ اردو کے امتحانات میں شریک ہونے والے لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد بتدریج کم ہوتی جارہی ہے اس کی وجہ جامعہ اردو کے نصاب میں وہ تبدیلیاں ہیں جن کی رو سے فارسی اختیاری کی بجائے لازمی قرار دے دی گئی ہے میں چونکہ گزشتہ پندرہ سال سے دلی میں اس ادارہ میں زیادہ سے زیادہ طلبہ اور طالبات کو اس کے مختلف امتحانات میں شریک کرانے کا کام کر رہا ہوں یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ سیکڑوں لڑکے اور لڑکیاں جو اس کے امتحانات میں شریک ہونا چاہتی ہیں وہ اس وجہ سے شرکت سے معذور ہیں کہ انھیں فارسی پڑھانے والے نہیں ملتے اور اگر ملتے بھی ہیں تو وہ بغیر معاوضہ کے پڑھانے کو تیار نہیں ہوتے۔ لڑکیوں کو زیادہ دقت یوں پیش آرہی ہے کہ اول تو بیشتر مسلمان گھرانوں کی لڑکیاں پردہ نشین ہیں اور فارسی پڑھانے والی عورتیں دلی تو دلی پورے ہندوستان میں بھی شاید چند ہی ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں فارسی کو ضروری مضمون قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں لڑکیاں بہت مشکل سے شریک ہو سکتی ہیں۔ جو لوگ صاحب ثروت ہیں اور جن کی لڑکیاں پردہ نہیں کرتیں وہ تو کسی فارسی داں کا ٹیوشن کر کے اس سے پڑھ سکتی ہیں مگر وہ لڑکیاں جو پردہ نشین ہونے کے سبب نہ تو کسی فارسی استاد سے فارسی پڑھ سکتی ہیں اور نہ انھیں معاوضہ دے سکتی ہیں وہ جامعہ اردو کے امتحانات اگر دینا بھی چاہتی ہیں تو نہیں دے سکتیں۔ دلی یا دوسرے شہروں میں تو خیر فارسی داں حضرات ابھی تلاش سے مل بھی جاتے ہیں۔ مگر قصبات، گاؤں یا ہندوستان سے باہر فارسی داں حضرات کا ملنا تو بڑی چیز اردو داں حضرات کا تلاش کرنا غیر ممکن ہو گیا ہے۔ یو۔پی کے بڑے بڑے شہروں میں میں نے جو حالات دیکھے ہیں وہ اس درجہ شرمناک ہیں کہ بڑے بڑے گھرانوں میں کوئی اردو جاننے والا نہیں ملتا جو طلبہ یا طالبات اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہی ہیں وہ اردو کا ایک حرف بھی نہیں جانتیں ان حالات میں اگر غریب گھرانوں کے لڑکے اور لڑکیاں جامعہ کے امتحانات میں شریک ہونا چاہتی بھی ہیں تو انھیں اردو بتانے والا کوئی نہیں ملتا فارسی تو دور رہی ایسی صورت میں ضرورت اس کی ہے کہ جامعہ کے تینوں امتحانات میں سے فارسی زبان کو خارج کر دیا جائے یا اسے اختیاری مضمون بنا دیا جائے۔ یو۔پی میں تو یہ حالت ہے کہ مسلمان گھرانوں میں جا کر اگر آپ بات چیت اردو پڑھنے کو کہیں تو طلبہ اور طالبات ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور ان کے والدین اپنے بچوں کو اردو پڑھانے کے لیے مشکل سے تیار ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم تیار بھی ہو جائیں تو اردو اگر ہم پڑھا بھی لیں تو انھیں فارسی کون پڑھائے گا اور ہمارے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ ہم کسی فارسی داں کو ملازم کر کے اس کا ٹیوشن رکھیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہاں سرے سے اردو ختم ہوتی جارہی ہے اور آپ ہیں کہ ان پر فارسی مسلط کیے ہوئے ہیں لہٰذا میری گزارش ہے کہ جلد سے جلد فارسی کو یا تو ایک اختیاری مضمون قرار دیا جائے یا اسے نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

دوسرے ہندی کی کتابیں جو ادیب سے لے کر ادیب کامل کے نصاب میں داخل ہیں وہ اس درجہ مشکل ہیں کہ دلی تک ہائر سکنڈری کے ہندی کے طلبہ انھیں صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہندی کو نصاب سے خارج کر دیا جائے بلکہ علی گڑھ یونیورسٹی میں غیر ہندی داں طلبہ اور طالبات کے لیے جو ہندی کی کتابیں داخل ہیں ویسی ہی آسان کتابیں لکھوا کر امتحانات کی مناسبت سے اس میں شامل کی جائیں۔ یو۔پی تو خیر اب ہندی کا گڑھ ہے جہاں شہر دہلی میں چند گنتی کے اسکولوں میں اردو داخل ہے ورنہ تمام جگہ جبریہ ہندی طلبہ پر مسلط کر دی گئی ہے مگر دلی میں ابھی یہ حالت نہیں ہے یہاں اگر جامعہ کے امتحانات میں ہندی کی کتابیں آسان زبان میں کر دی جائیں تو کثیر تعداد میں طلبہ اور طالبات بیٹھنا شروع ہو جائیں گی۔ میں نے یہاں دو طلبہ سے جامعہ کے امتحانات کا سلسلہ شروع کیا تھا مگر تنہا میری اور میرے چند مخلصین کی کوشش سے جنھوں نے میرے کام میں ہاتھ بٹایا اب ان کی تعداد دو ڈھائی سو تک پہنچ گئی تھی مگر جب سے فارسی کو نصاب میں ضروری مضمون قرار دیا گیا ہے اس وقت سے ان کی تعداد بتدریج گھٹتی چلی جارہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر مذکورہ بالا سہولتیں فراہم کر دی گئیں تو نہ صرف دلی سے بلکہ ہندوستان کے گوشے گوشے سے کثیر تعداد میں امیدواران امتحانات میں شرکت کرنا شروع کریں گے۔ میرے پاس کثیر تعداد میں گزشتہ دو سال سے طلبہ اور طالبات آئی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگر آپ فارسی زبان کو اختیاری مضمون کروا دیں تو نہ صرف ہم سب اس میں شریک ہوں بلکہ ان امتحانات میں اپنے بھائیوں بہنوں اور دوستوں کے بچوں کو شریک کروا کے اسے ایک اردو یونیورسٹی کی شکل دے دیں۔ اس لیے نصاب میں ترمیم کرنے کے سلسلے میں جو تجویز میں نے پیش کی ہے اس پر فوری عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

(غلام احمد فرقت کاکوروی)

بہاء الدین بشیر

مجھے بہاء الدین بشیر کے بارے میں (جو شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد شاہ نجم الدین صفیر کے نواسے تھے) بعض معلومات درکار ہیں۔ اگر اہل علم حضرات اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈال سکیں تو ممنون ہوں گا۔

(۱) بشیر کے مفصل حالات زندگی کہاں مل سکتے ہیں؟

"خمخانۂ جاوید" میں لالہ سری رام نے جو کچھ لکھا ہے وہ ناکافی ہے۔

(۲) لالہ سری رام نے یہ بتایا ہے کہ بشیر نے ایک تذکرہ شعرا بھی لکھا تھا جو مکمل نہ ہو سکا۔ اس نامکمل مسودے کہاں ہے؟

(۳) "نگارستان بشیر" کے نام سے بشیر نے اردو قطعات کا ایک انتخاب کیا تھا، اس کے چند ابتدائی اوراق میرے پیش نظر ہیں؟ اس کا مکمل مخطوطہ کہاں ہے؟

(۴) بشیر کا مجموعہ کلام شائع ہوا یا نہیں؟ اس کے قلمی نسخے کہاں کہاں ہیں۔ لالہ سری رام نے جس مخطوطے سے کلام کا انتخاب کیا تھا وہ کہاں ہے؟

(۵) بشیر کی کسی اور تصنیف کے بارے میں اگر کسی کو معلومات ہوں تو مجھے مطلع فرمایا جائے۔

مشفق خواجہ
انجمن ترقی اردو
بابائے اردو روڈ، کراچی۔

رپورٹ کارکردگی انجمن ترقی اردو کوٹہ راجستھان

انجمن ترقی اردو کوٹہ کے وفد نے ایجوکیشن منسٹر اور ڈائرکٹر آف ایجوکیشن سے ملاقات کی

گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی انجمن ترقی اردو کوٹہ کے کارکنان نے کوٹہ ڈسٹرکٹ کے سرکاری مدارس میں اردو طلبہ کے داخلہ کا منظم پروگرام بناکر جدوجہد کی۔ چند مدارس میں کچھ متعصب ہیڈ مدرسین نے اردو کے داخلہ میں دشواریاں پیدا کیں۔ اس کے لیے حکامان بالا کو شکایتی میمورنڈم پیش کیے گئے اور ۲۸ جولائی ۱۹۶۵ء کو انجمن ترقی اردو کا ایک وفد بہ قیادت جناب احمد بخش صاحب ایڈوکیٹ جناب برج سندر ایجوکیشن منسٹر اور جناب یوردیال ڈائرکٹر آف ایجوکیشن راجستھان سے سرکٹ ہاؤس کوٹہ پر ملا۔ پنڈت برج سندر صاحب نے وفد کے ممبران سے بے تکلفانہ اور ہمدردانہ لہجے میں گفتگو کی۔ وفد جناب شیخ محمود ایڈوکیٹ، جناب محمد یامین ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (علیگ)، جناب عبدالسلام ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ جناب عبدالمجید اختر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (علیگ) پر مشتمل تھا۔ جناب احمد بخش صاحب ایڈوکیٹ نے اردو طلبہ کے داخلہ میں رکاوٹ اور اردو ٹیچرس کی کمی اور خاص طور پر رامپورہ مڈل اسکول کے جماعت ششم میں اردو ختم کرنے کے متعلق مفصل پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن راجستھان نے ان تمام شکایتوں کو بغور سن کر جلد از جلد دور کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اور انسپکٹر آف اسکولز کو اردو والوں کی شکایتوں کو دور کرنے کی ہدایت کی ۹ر اگست ۱۹۶۵ء کو جناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز نے یہ اطلاع انجمن کو بھجوائی جس میں جماعت ششم میں کم سے کم دس طلبہ کی اردو پڑھنے کے لیے درخواستیں پیش ہونے پر اردو جماعت ششم میں جاری کر دینے کے لیے لکھا۔

اس اطلاع کے ملتے ہی کارکنان انجمن جد و جہد پر تل پڑے اور جناب ڈامر صاحب کی کوششوں سے دس کے بجائے چودہ لڑکے اردو لینے کے لیے تیار ہو گئے حالانکہ طلبہ اور ان کے سرپرستوں کو تلاش کرنے میں کافی وقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے داخلہ کے وقت بڑی چالاکی سے کام لیا تھا جن لڑکوں نے داخلہ کے وقت اردو لینا ظاہر کیا ان کو الگ الگ سیکشن میں داخل کیا۔ اور سرپرستوں سے یہ کہتے رہے کہ دس لڑکے نہیں ہوتے ہیں اس لیے آپ سنسکرت میں داخل کروائیں اس طرح سات سیکشن میں اردو طلبہ کو داخلہ کے وقت تقسیم کر دیا گیا تھا تاکہ ایک جماعت میں دس لڑکے نہ ہو سکیں اور اردو کھلوانے کی جد و جہد کامیاب نہ ہو سکے

لیکن قابل ستائش ہیں کارکنان انجمن کہ کافی کاوش کے بعد اردو پڑھنے والوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان کے سرپرستوں کو لیکر جناب محمد حسین صاحب ایڈوکیٹ صدر انجمن ترقی اردو کوٹہ اور راقم الحروف ۲۳ر اگست کو اسکول پہنچ گئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو کچھ تو حکامان بالا کی ڈانٹ ڈپٹ اور کچھ عوام کے جذبہ کو دیکھ کر ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اور جن طلبہ کو زبردستی ان کی مرضی کے خلاف سنسکرت میں داخل کر دیا گیا تھا۔ پھر سے اردو میں تبدیل کرنا پڑا۔

گذشتہ سال بھی ہیڈ ماسٹر صاحب نے اردو طلبہ کے داخلہ میں کافی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی ان کے خلاف تحریری اور زبانی شکایتیں کی گئیں لیکن تعجب ہے کہ اب تک ان کا اردو کی مخالفت کا جذبہ سرد نہیں ہوا اور اردو طلبہ کو پریشان کرتے ہیں محکمہ تعلیم کو چاہیے کہ ایسے اساتذہ کی اردو دشمنی پر ایکشن لیں انجمن کی طرف سے ہائر سکنڈری اسکول کمان پورہ میں سہ لسانی فارمولے میں اردو جاری کروانے کی کوشش جاری ہے۔

عبدالرحیم ایڈوکیٹ
(سکریٹری انجمن ترقی اردو کوٹہ راجستھان)

انجمن ترقی اردو دلی اسٹیٹ کے صدر اور مجلس عاملہ کا انتخاب

دہلی، ۴ر ستمبر۔ آج یہاں پر پنڈت سندر لال صاحب کو پھر انجمن ترقی اردو دلی اسٹیٹ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ انجمن کی تنظیم نو اور آئین کے تحت یہ انتخاب تین سال کے لیے عمل میں آیا ہے انتخاب متفقہ طور پر ہوا۔ آج شام دفتر انجمن واقع علی منزل میں نئی ریاستی جنرل کونسل کا انتخابی جلسہ ہوا تھا۔

بارش کے باوجود ممبران کی اکثریت نے میٹنگ میں شرکت کی میٹنگ کی صدارت حکیم خلیل الرحمن صاحب نارودہلوی نے فرمائی بعد ازاں جنرل کونسل نے اتفاق رائے سے بارہ ارکان پر مشتمل نئی مجلس عاملہ منتخب کی۔ ابتدا میں بہار برنی نے انجمن ترقی اردو شاخ شاہدرہ گاندھی نگر کے صدر جناب نند لال پروانہ کے اچانک انتقال کے سلسلے میں ایک تعزیتی ریزولیوشن پیش کیا جس میں جنرل کونسل کی طرف سے اظہار رنج و غم کے ساتھ ان کی موت کو دلی میں اردو سرگرمیوں کے لیے ایک نقصان عظیم قرار دیا گیا۔ کونسل نے ایک منٹ کی خاموشی کے ساتھ یہ ریزولیوشن منظور کیا۔

نئی مجلس عاملہ میں جن حضرات کا انتخاب عمل میں آیا وہ یہ ہیں مسٹر آئی کے گجرال ایم پی، مفتی عتیق الرحمن عثمانی، مسز گرامی، مالک رام، حکیم خلیل الرحمن نارودہلوی، مسٹر مقیم الدین فاروقی، ڈاکٹر سلامت اللہ، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ،

قمر قسوری، شیخ محمد ہارون جاپان والا۔ سرسیٹھ

(الجمعیۃ دہلی)

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ لاکھنواڑہ کا پہلا جلسۂ عام

مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۶۵ء بمکان جناب محمد خاں مردان خاں صاحب زیر صدارت جناب محمد ذکاء اللہ خاں صاحب ایک جلسۂ عام منعقد کیا گیا جس کا پروگرام حسب ذیل تھا۔

(۱) کنوینر کی رپورٹ (۲) آئین کی توثیق (۳) مجلس انتظامیہ کا انتخاب .... صدر جناب سرفراز خاں صاحب نمبردار نائب صدر جناب مولانا شیخ منیر صاحب جنرل سکریٹری جناب محبوب راہی پیپلگانوی۔ جوائنٹ سکریٹری۔ جناب محمد اقبال ظفر۔ خزانچی۔ جناب سخاوت اللہ خاں صاحب اور مجلس عمل کے اراکین .... جناب مظہر الدین۔ جناب محمد ذکاء اللہ خاں۔ جناب محمد احسن الدین۔ جناب ارشاد اللہ خاں۔ جناب شیخ عالم۔ جناب نجی اللہ خاں۔ جناب بسم اللہ خاں مستری۔ جناب شیخ ربانی۔ جناب نور آور خاں۔ جناب عبد السلام۔ جناب نظام بیگ اور جناب ستار بیگ۔

(۴) ریاستی شاخ سے الحاق کی نسبت درخواست دینے کی منظوری۔

(۵) لاکھنواڑہ میں اردو لائبریری نہیں ہے۔ اس لیے انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ لاکھنواڑہ کی نگرانی میں ایک اردو لائبریری کھولنے کی تجویز پاس کی گئی۔

اراکین کی تعداد ۸۰ تک پہونچ چکی ہے۔ جو اطمینان بخش ہے اس کارروائی کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

(محبوب راہی پیپلگانوی)
جنرل سکریٹری
انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ لاکھنواڑہ

شاخ پٹیالہ کا سالانہ جلسہ

انجمن ترقی اردو پٹیالہ کا دوسرا سالانہ اجلاس راجندرا جیمخانہ کلب میں مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۶۵ء کو بوقت ۶ بجے شام ہوا جس میں انجمن کے پچاس سے زائد سرگرم ممبران اور ۱۰۰ سے زائد ممبران کے نمایندے شامل ہوئے پہلی نشست زیر صدارت ہربنس سنگھ سابق صدر انجمن ہوئی اس میں سالانہ رپورٹ جنرل سکریٹری شری طالب نے پڑھ کر سنائی نیز موجودہ قواعد و ضوابط میں چند ترمیم پیش کیں لیکن اجلاس نے فیصلہ کیا کیونکہ اس معاملے میں مزید غور و خوض کی ضرورت ہے۔ اس لیے اس کو سردست التوا میں رکھا جائے۔

ازاں بعد دوسری یعنی الیکشن کی نشست کی صدارت شری آر۔ ڈی۔ بسیاں ڈپٹی سکریٹری محکمہ بجلی نے فرمائی مندرجہ ذیل عہدیداران باتفاق رائے منتخب ہوئے۔

(۱) صدر:۔ شری ودیا ساگر سوری ڈائرکٹر محکمہ آثار قدیمہ۔
(۲) نائب صدر:۔ جناب ساحر سنامی ایم۔ اے تحصیلدار
(۳) جنرل سکریٹری:۔ جناب جے۔ بی۔ شتاب ریٹائرڈ انسپکٹر آف اسکولز پٹیالہ۔
(۴) سکریٹری۔ جوہر جالندھری
(۵) فنانس سکریٹری۔ جناب ستوز شرمن
(۶) آڈیٹر۔ جناب رمن

ممبران ایگزیکٹیو کمیٹی۔

(۱) آر۔ ڈی۔ جین پرنسپل آئی۔ ٹی۔ آئی۔ پٹیالہ (۲) جناب گیان پرکاش پٹیالہ (۳) پنڈت اجودھیا پرشاد ہیڈ ماسٹر (۴) ستیہ پال گپتا محکمہ السنہ پنجاب (۵) شمشیر چند آئی۔ اے۔ ایس پنجاب ریٹائرڈ ڈائرکٹر کنسالیڈیشن

تیسری نشست یعنی مشاعرہ کی صدارت صدر شری سوری صاحب نے فرمائی۔ مقامی شعراء کے علاوہ مولانا آیر حسنی گنوری اور تسخر بھی نے جو کہ خاص دعوت پر بلائے گئے محفل کو زعفران زار بنا دیا۔ مسٹر ادم پرکاش جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو پنجاب انتخابات کے سلسلے میں خاص طور پر تشریف لائے اور تینوں نشستیں ان کی موجودگی میں ہوئیں۔

اس اجلاس کی امتیازی خوبی یہ تھی کہ پٹیالہ نے اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھا صوبہ بھر میں سب سے زیادہ ممبر سازی یہاں ہوئی ہے علاوہ شہر کے معزز ترین طبقہ نے انجمن کا سرگرم ممبر بن کر اردو دوستی کا ثبوت دیا ہے ان میں سے چند اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

(۱) شری ہریش چندر ایم۔ اے اسسٹنٹ کمشنر (ریٹائرڈ)
(۲) سردار شمشیر چند آئی۔ اے۔ ایس (ریٹائرڈ) ڈائرکٹر مربعہ بندی۔ (۳) شری ودیا ساگر سوری ڈائرکٹر محکمہ آثار قدیمہ
(۴) شری آر۔ ڈی۔ بسیاں ڈپٹی سکریٹری پنجاب محکمہ بجلی۔ سردار ہربنس سنگھ چیف سپرنٹنڈنٹ انجینیر جو پہلے از سرپرست منتخب ہوئے۔

مسٹر فلاک جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو پنجاب اور مولانا امجا حسنی گنوری نے کھلے الفاظ میں اس امر کا اعتراف کیا کہ ایسا موزوں کامیاب اور خوش آہنگ انتخاب دوسرے اداروں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا۔

(شتاب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو پٹیالہ)

مجلس عمل اردو اترپردیش کے اہم فیصلے

دہلی ۳۰ راگست، جمعیۃ علماء اترپردیش کی قائم کردہ اردو مجلس عمل کا اہم جلسہ کل دوم کوٹ ملا احمد ممبر پارلیمنٹ کے مکان پر منعقد جاری رہا جس میں اردو کی اس کا جائز حق دلانے کے لیے تحریک چلانے کے بارے میں اہم فیصلے کیے گئے۔

جلسہ میں ممبران مجلس عمل مولانا عبدالحلیم صدیقی، مولانا محمد قاسم شاہجہانپوری، مولانا عبدالرؤف ایم ایل سی، اسحاق سنبھلی اور مولانا سید اسعد مدنی (کنوینر) کے علاوہ پنڈت سندر لال حاجی سید ارشاد علی، حاجی عبدالعزیز صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔ پنڈت آنند نرائن ملا صاحب نے تحریک کے سلسلہ میں تیاری کی کچھ اہم ذمہ داریاں قبول کیں۔ جلسہ کی صدارت ڈاکٹر تارا چند نے فرمائی۔

(الجمعیۃ دہلی)

شاخ چنڈی گڑھ کی طرف سے اردو کی مفت تعلیم کا انتظام

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخ کے زیر اہتمام اردو کی مفت تعلیم دینے کے سلسلے میں گروپ نمبر ۱ کا افتتاح ڈاکٹر کرپال سنگھ نارنگ صدر شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی نے فرمایا۔ افتتاحیہ تقریر میں جناب نارنگ نے کہا کہ اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے جس طرح ہندی کے مسلمان شعراء کا ذکر کیے بغیر ہندی کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی اسی طرح اردو کی تاریخ بھی تب تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے ہندو شعراء اور ادباء کا ذکر نہ کیا جائے۔

مقامی انجمن کے صدر ڈاکٹر ست پرکاش سنگر نے اردو زبان کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اس زبان کی قومی خدمات کا ذکر کیا اور خاصی تفصیل کے ساتھ اس زبان کی خوبیاں بیان کیں۔ انجمن کے سکریٹری جناب نرتیش نے ان طلباء کو خوش آمدید کہا جو بعد شوق اس گروپ میں شامل ہونے کے لیے آئے تھے۔ آپ نے انھیں یقین دلایا کہ وہ اگر اسی لگن سے محنت کرتے رہے تو جلد ہی اردو سیکھ لیں گے۔

بعد ازاں اجلاس نے ایک قرارداد پاس کی جو حسب ذیل تھی

• انجمن ترقی اردو (ہند) پنجاب چنڈی گڑھ کا یہ اجلاس ہندوستان پر پاکستان کے حملے کی مذمت کرتا ہے۔ اور حکومت ہندوستان اور پنجاب کو اپنی بہترین خدمات پیش کرتا ہے۔ اجلاس میں موجود اردو کے شعراء اور ادباء حکومت کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ اپنے قلم سے جنتا میں جوش بھریں گے اور ملک کی عظمت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دیں گے۔ ہندوستانی فوجوں کو مبارکباد دیتے ہوئے ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کا یقین دلاتا ہے اور ملک کے ہر باشندے سے بلا لحاظ مذہب و ملت ایک ہو کر حملے کا مقابلہ کرنے کی اپیل کرتا ہے۔

(سکریٹری انجمن ترقی اردو چنڈی گڑھ)

پٹیالہ میں ایک اہم ادبی جلسہ

پٹیالہ .... انجمن ترقی اردو ماڈل ٹاؤن، پٹیالہ کے صدر پروفیسر کرپال سنگھ بیدار کے ایما پر جناب ایس۔ پی، جین آئی۔ اے۔ ایس اور جناب دیس راج سنگھ کے اعزاز میں ایک بے مثال اجتماع جناب نوبہار صابر کی جائے رہائش پر منعقد ہوا جس کی صدارت جناب ار۔ ڈی میاں پی۔ سی۔ ایس نے فرمائی۔ مقامی اردو شعرا کے علاوہ پنجابی کے مشہور شاعر دنتا جی اور راجیت جی نے سامعین کو اپنے کلام سے محظوظ فرمایا۔ یہ ادبی مجلس ایک بجے رات اختتام پذیر ہوئی۔

محفل شعر و سخن کے علاوہ انجمن نے وادی کشمیر میں پاکستان کے جارحانہ حملے کی پر زور مذمت کرتے ہوئے متفقہ طور پر مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی۔

قرارداد

پٹیالہ کے شاعروں اور ادیبوں اور دیگر ادب نواز حضرات کا یہ اجتماع وادی کشمیر میں پاکستانی جارحیت اور بربریت کی پر زور مذمت کرتا ہے اور حکومت ہند کی جرأت مندانہ کارروائی کو مستحسن اقدام قرار دیتے ہوئے وطن کے سرفروش جوانوں کی طرف سے دشمن کے ناپاک حملے کا دنداں شکن جواب دینے کے لیے محکمۂ دفاع ہند کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور برادران وطن سے پر زور اپیل کرتا ہے کہ وہ اس نازک دور میں بلا لحاظ مذہب و ملت قومی یکجہتی کا ثبوت دیں اور حکومت کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اس اجتماع کے تمام ادباء اور شعراء حضرات ملک کی دفاعی کوششوں کے سلسلے میں اپنی ادبی خدمات غیر مشروط طور سے حکومت ہند کو پیش کرتے ہیں۔

بیش پٹیالوی
جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو
ماڈل ٹاؤن پٹیالہ۔

ہماری زبان
سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

تبصرے

شہر یار

گلبانگ

مجموعۂ کلام سحر عشق آبادی

جناب سحر عشق آبادی کو فن عروض پر غیر معمولی قدرت حاصل ہے اور وہ اپنی اس صفت خاص کے سبب جوش ملیح آبادی، یگانہ چنگیزی، سیماب اکبر آبادی، اثر لکھنوی، نیاز فتح پوری، منور لکھنوی اور دوسرے بہت سے بزرگ شاعروں اور ادیبوں سے داد حاصل کر چکے ہیں۔

"گلبانگ" ان کے کلام کا مجموعہ ہے جسے نند لال پروانہ مرحوم نے مرتب کیا ہے اور سنگرام پبلشرز گجپت پورہ دہلی ۱۴ نے شایع کیا ہے۔ اس مجموعہ میں سحر صاحب کی منتخب نظمیں، رباعیات اور قطعات شامل ہیں، جو عروض کے نکات، فن کی باریکیوں اور بیان کی نزاکتوں کے اعتبار سے قابل توجہ اور لائق ستائش ہیں۔

سحر صاحب نے چونکہ اپنا کلام عزیز لکھنوی کو دکھایا ہے اور صفی اور اثر لکھنوی سے مشورے لیے ہیں اس لیے ان کے کلام پر لکھنویت کا اثر ہے لیکن یہ خوشی کی بات ہے کہ انھوں نے دبستان لکھنؤ کی خوبیوں کا اثر قبول کیا ہے خامیوں کا نہیں۔

اس مجموعے کی ضخامت ۲۰۰ صفحات اور قیمت تین روپے ہے۔

موج گل

ریویو نگار — ایس ہنین ریحانی لکھنوی

قیمت:۔ دو روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ گوہر زندگی، نمبر، پوسٹ بکس ۱۴۴، عابد روڈ حیدر آباد دکن (انڈیا)

ریحانی صاحب کا شمار اردو کے اچھے غزل گو شعرا میں ہوتا ہے ان کی غزلیں اردو کے معیاری رسائل میں برابر شایع ہوتی رہتی ہیں "موج گل" ان کی غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد یہ بات بخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ ریحانی صاحب غزل کے مزاج سے اچھی طرح آشنا ہیں اور اپنی غزلوں میں ان تمام باتوں اور نکتوں کا خیال رکھتے ہیں جو غزل سے مخصوص ہیں۔ مثال کے طور پر یہ شعر ملاحظہ ہو:۔

بڑھا جاتا ہوں ان کی جستجو میں
کوئی منزل مری منزل نہیں ہے

یہ زخم تیرے لگائے ہوئے نکلے اب تک
کاکل دہر بھی لاکھ سنوارا ہم نے

ہیں ایک وہ بھی جو کرتے ہیں مہر و مہ تسخیر
اور ایک ہم ہیں کہ ذروں پہ دسترس نہیں

مجبور ہو گئے ان کی پرستش کے شوق میں
کیا کیا تراشے ہم نے صنم کچھ نہ پوچھئے

قفس پہ مستانہ آئے نہ آئے
اٹھا ساغر بہار آئے نہ آئے

اس مجموعے میں اردو غزلوں کے علاوہ "ولادت حضور مسیح" کے عنوان سے ایک نظم اور تین فارسی غزلیں بھی شامل ہیں۔

کتابت، طباعت اور گیٹ اپ کی دیدہ زیبی کو دیکھتے ہوئے قیمت مناسب ہے۔

مجلۂ سیفیہ

ایڈیٹر سید حمید عباس رضوی

جلد اول و دوم

سیفیہ ڈگری کالج بھوپال

اردو زبان و ادب کی ترقی اور فروغ میں بھوپال کا نام اور کام بہت نمایاں ہے۔ آج بھی وہاں اردو کے مشہور اور قابل قدر ادیبوں اور شاعروں کی ایک بڑی تعداد خاموشی اور انہماک سے اردو زبان و ادب کی خدمت کر رہی ہے۔ "مجلۂ سیفیہ" سیفیہ کالج بھوپال کی ادبی اور علمی رفتار کا ترجمان ہے۔

زیر تبصرہ شمارہ میں کالج کے اساتذہ کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تخلیقات بھی شامل ہیں اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ طلبہ کی تخلیقات زبان بیان اور موضوع و اسلوب کے اعتبار سے بلند ہیں۔ ہم مجلہ کے ایڈیٹر سید حمید عباس رضوی، نگراں جناب عبد القوی دسنوی اور سیفیہ کالج کے دوسرے کارکنوں کو اس شمارہ پر مبارکباد دیتے ہیں۔

گذارش

ہے کہ "ہماری زبان" کے لیے مضامین ارسال کرتے وقت صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھیے۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپا پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا